© rasailojaraid.com

دینی نظام تعلیم سے علامہ سید سلیمان ندویؒ کی توقعات

علامہ سید سلیمان ندوی ۱۹۳۳ء میں افغانستان کے فرمانروا نادر شاہ مرحوم کی دعوت پر علامہ محمد اقبال اور سر راس مسعود مرحوم کی معیت میں تعلیمی امور پر مشاورت اور راہ نمائی کے لیے کابل تشریف لے گئے سفر کے تاثرات انہوں نے "سیر افغانستان" کے عنوان سے قلمبند کئے ہیں کابل میں انہوں نے دارلعلوم عربی کا بھی معائنہ کیا اور اس موقع پر دینی مدارس کے نظام تعلیم اور علماء کرام سے وابستہ قومی توقعات کے حوالہ سے اپنے تاثرات و جذبات کا اظہار علامہ ندویؒ نے یوں فرمایا

ا۔ میں نے یہاں کے عربی مدرسہ کے دیکھنے کی خواہش کی جس کا نام "دارلعلوم" ہے یہ مدرسہ شہر کے اندر ایک گلی میں واقع ہے سڑک کی ایک گلی پر پہنچ کر موٹر رک گیا یہاں اتر کر گلی میں قدم رکھا تھوڑی دور چل کر ایک بڑے مکان کے اونچے دروازے کے اوپر دارلعلوم عربی کا سائن بورڈ نظر آیا اندر سے عمارت خاصی بڑی تھی دو منزلہ عمارت ہے اور دونوں میں مدرسہ کی جماعتیں مصروف درس تھیں رئیس مدرسہ کا نام قاری عبدالرسول خان اور مدرسین میں اکثر وہ افغانی علماء تھے جنہوں نے ھندوستان میں تعلیم پائی ہے مدرسین فارسی زبان میں تقریر کررھے تھے طلبہ کے سروں پر سپید افغانی گول پگڑیاں اور جسم میں گرم یا روئی دار لبادے تھے اور ادب سے بیٹھے ہوئے استاد کی تقریریں سن رھے تھے

سب سے پہلے جس جماعت میں پہنچا اس میں مشکوۃ کا درس ہو رہا تھا اور مقام وہ تھا جہاں اوقات ثلاثہ (طلوع زوال اور غروب) میں نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے پھر اس کے مقابل وہ حدیث تھی جس میں بیان ہے کہ اگر طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت صبح کی ادا کرلی یا غروب سے پہلے عصر کی ایک رکعت تمام کرلی ہے تو دونوں نمازیں ہوجائیں گی چونکہ امام ابو حنیفہ کا مسلک اس بارہ میں یہ ہے کہ عصر کی نماز تو ہو جائے گی مگر صبح کی نہیں ہوگی اس لیے مدرس صاحب نے علماء احناف کے مشہور طریقہ استدلال کو کہ چونکہ یہ دونوں حدیثیں یعنی منع صلوۃ اور اس ایک رکعت کی پالینے پر پوری نمازیں درست ہوجانے والی حدیث میں تعارض ہوا تو ہم نے قیاس کی طرف رجوع اور یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ عصر کی نماز ناقص وقت میں شروع کی گئی اور ناقص وقت میں تمام ہوئی اس لیے درست ہوئی اور صبح کی نماز صبح وقت میں شروع اور ناقص وقت میں تمام ہوئی اس لیے وہ درست نہیں ہوئی' میرا جی چاہا کہ عرض کروں کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض سرے نہیں' حدیث منع کا منشا یہ ہے کہ عین زوال اور طلوع و غروب کے وقت نماز شروع نہ کی جائے اور دوسری حدیث کا مفاد یہ ہے کہ اگر کسی نے طلوع یا غروب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلے نماز شروع کی تھی کہ ایک رکعت بعد دوسری رکعت میں آفتاب طلوع یا غروب ہوگیا تو نماز توڑی نہ جائے تمام کی جائے اور وہ نمازیں درست ہونگی لیکن افغان علماء کے تشدد کا خیال کر کے میں نے جرات نہ کی (میرے رفیق سفر) سرور خان نے کہا بھی کہ یہ کچھ پوچھنا چاہتے ہیں لیکن میں نے تردید کی کہ نہیں اس کی ضرورت نہیں۔

یہاں سے اٹھ کر اوپر کی منزل میں گیا وہاں ہدایۃ کا درس جاری تھا وہاں بھی خاموش رہا اس کے مقابل کے دوسرے کمرے میں ھیئت قدم میں شرح چغمینی ہو رہی تھی سبق ختم ہوا تو مولانا نے خوش اخلاقی کے ساتھ مصافحہ کیا اور گفتگو کی اتنی نرمی پاکر میں نے عرض کیا کہ ''حضرت اب تو آسمان ہی سرے سے مسلم نہیں اور آپ آسمانوں کی ترتیب پر استدلال قائم فرما رہے ہیں''۔ فرمایا کہ کیا کیا جائے جب تک ان علوم کو نہ پڑھیں ہم کو ملا ہی تسلیم نہیں کیا جاتا مدرسہ کے نصاب کا نقشہ دیکھا وہی کتابیں تھیں جو ہندوستان کے قدیم عربی مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہیں طلبہ میں دو باتیں عجیب معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ کوئی طالب علم بھی پچیس، تیس برس سے کم کا نہیں معلوم ہوا سب کی اچھی خاصی داڑھیاں دوسرے یہ کہ ان طالب علموں میں تیزی اور ذھانت کا کوئی ثبوت نہیں ملا ہمارے ہاں کے عربی مدرسوں میں یوں بھی اگر کوئی باہر کا آدمی آجائے تو جید طالب علم اپنی ذھانت اور تیزی کی نمائش کے لیے استاذ سے سوالات اور اعتراضات اور جوابات کی بڑی قوت دکھاتے ہیں افغان عربی طلبہ کی وہ سرد طبعی حقیقت میں ان کی دماغی قوت کی کمزوری کے سبب سے نہیں بلکہ طریقہ تعلیم کی کمزوری اور طرز تربیت کی خرابی ہے ورنہ وہی افغان طلبہ جب نئے علوم پڑھتے ہیں تو ان کی فطری ذھانت اور تیزی آخر پوری طرح ظاہر ہوتی ہے۔

ضرورت ہے کہ اس مدرسہ کے نظام تعلیم میں اصلاح کی جائے اور اس کے نصاب میں نئے علوم کو داخل کیا جائے اور ضرورت کے مطابق ان طلبہ کے رہنے کے طور و طریق میں صفائی اور بلندی کا خیال رکھا جائے وہاں علماء کے طبقہ کو ایسا سمجھا جاتا ہے کہ یہ یا تو شیشہ ہے کہ ذرا ہاتھ لگایا اور ٹوٹا' یا بارود ہے کہ اسی میں بے احتیاطی سے ذرا گرمی پہنچی تو بھک سے اڑ جائے گا اور زلزلہ پیدا کر دے گا یہ خطرہ ایک حد تک صحیح ہے لیکن اگر افغانستان کو زندہ رہنا ہے تو اس خطرہ سے ایک دفعہ دو چار ہونا لازمی ہے اور اس کی صحیح صورت یہ ہے کہ طریقہ تعلیم' نظام تعلیم اور نصاب تعلیم میں رفتہ رفتہ اصلاح کی جائے اور ایسے علماء پیدا کیے جائیں جو نئی تعلیم کے افغان نوجوانوں کی رہبری کر سکیں اور مفید اصلاحات کی پیش رفت میں مدد دے سکیں علمائے افغانستان نے گذشتہ دور ہائے حکومت میں بڑے بڑے کام انجام دیے ہیں کوئی وجہ نہیں کہ آج پھر وہی کام وہ انجام نہ دے سکیں نظم و اصلاح' دین و دانش اور علم و فن کے آج کتنے کام ہیں جو ان کی نہ التفات کے منتظر ہیں۔

(سیر افغانستان ص ۹۶ تا ص ۹۹ مطبعہ نفیس اکیڈمی حیدر آباد)

© rasailojaraid.com